کانٹ کا کوپرنکی انقلاب: مذہب انسانیت کا آغاز

انسان پرستی کی مابعدالطبعیات کانٹ کی نظر میں

ا۔تعارف مقصد:

اس مضمون کا مقصد کانٹ کے کوپرنکی انقلاب کا ایک تعارف اور اسلامی نقطۂ نظر سے اس کا تجزیہ پیش کرنا ہے۔ اس مضمون کے عمومی مخاطب اسلامی تحریکوں کے کارکن ہیں جو دن رات اللہ کے دین کے غلبہ کے لئے تگ و دو میں مصروف ہیں۔اس مضمون کے خصوصی مخاطب علمائے کرام ہیں۔علماء کرام رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث ہیں اور اس امت کے حقیقی رہنما ہیں۔اس رہنمائی کا دائرہ کار نہ صرف یہ کہ انفرادی و اجتماعی زندگی پر حاوی ہے بلکہ تہذیبی اور ثقافتی کشاکش اور معرکہ آرائیوں میں بھی وہی اس امت کے اصلی قائدین ہیں۔بدقسمتی سے پچھلے دوسو سالوں سے دنیا میں ایک جاہلی تہذیب کا غلبہ کسی نہ کسی شکل میں اور کسی نہ کسی درجہ میں قائم ہے۔اس غلبہ کا ایک پہلو استعماری نظام اور اس کے نتیجہ میں اسلامی خلافت وحکومت، سیاست ومعاشرت، تعلیم وثقافت کی پامالی ہے۔علماء کرام نے مختلف اسلامی ممالک میں اس استعمار کے خلاف چومکھی جنگ بڑی کامیابی سے لڑی ہے اور معجزانہ طور پر اسلامی تہذیب کی حفاظت کی ہے اور مغربی علوم اور تہذیبی یلغار کے سامنے بند باندھے ہیں۔علماء کے اس معجزانہ کارنامہ کا کچھ اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ درآں حالانکہ تمام دیگر مذاہب اور تہذیبیں مغرب کے اندر ضم ہوچکی ہیں اسلام آج بھی ایک مکمل تہذیب کی حیثیت سے کم از کم علمیاتی طور پر [Epistemological] بالکل محفوظ ہے اور مغرب کے اندر نہ صرف یہ کہ ضم نہیں ہوا ہے بلکہ آج اس کے لئے ایک عظیم الشان خطرہ بن چکا ہے۔

دفاعی حکمت عملی کیا اقدامی حکمت عملی بن سکتی ہے؟

یہ علماء کرام اور صوفیائے عظام کے عظیم کارناموں کا ہی صدقہ ہے۔ان تمام کامیابیوں کے باوجود یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ہماری مغرب کے خلاف کامیابیوں کی نوعیت عمومی طور پر صرف دفاعی ہے۔علماء نے اسلام کو علمی، عملی اور تہذیبی بنیاد پر محفوظ رکھا ہے۔لیکن کیا یہ دفاع مغربی جاہلی تہذیب کے خلاف ایک جارحانہ یلغار کا پیش خیمہ بنے گا یا نہیں ،ابھی بھی ایک سوالیہ نشان ہے مزید برآں یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اقدامی یلغار اور حکمت عملی کے بغیر ہماری دفاعی فتح زیادہ دیر تک قائم نہیں رہ سکتی ہے۔

علماء کی قیادت کے بغیر اقدامی حکمت عملی ممکن نہیں:

مغربی فلسفہ و تہذیب کے گہرے مطالعے کے بغیر اقدام ممکن نہیں۔

جہاں تک دفاعی حکمت عملی کا تعلق ہے کامیابی کا سہرا علماء کے سر رہا ہے۔لیکن اقدامی حکمت عملی میں کامیابی کے لئے بھی ہم علماء کی قیادت کے محتاج ہیں۔اس سلسلہ میں مغربی تہذیب کا گہرا مطالعہ اور تفہیم ناگزیر ہے۔اس گہرے مطالعہ اور تفہیم کے بغیر مغربی تہذیب کے خلاف کوئی موثر حکمت عملی ترتیب نہیں دی جاسکتی ہے۔ بلکہ یہ بھی خطرہ ہے کہ اگر اقدامی حکمت عملی مؤثر طور پر ترتیب نہ دی گئی یا صرف دفاعی حکمت عملی پر انحصار کیا گیا تو دفاعی سطح کی کامیابیوں سے بھی، معاذ اللہ، دست کشی اختیار کرنا پڑے۔ چونکہ علماء دوسو سال سے دفاعی میدان میں سرگرم عمل رہے ہیں انھیں امام غزالی کی طرح اس بات کا موقع نہیں مل سکا ہے کہ مغرب کا گہری نظر سے مطالعہ کریں۔اس لئے ہم جیسے خدام کا کہ جنہیں مغربی علوم وفنون کا مغربی ماحول میں کچھ مطالعہ کا موقع میسر آیا ہے یہ فرض ہے کہ وہ اپنا حاصل مطالعہ علماء کرام کی خدمت میں پیش کریں تاکہ وہ مؤثر طور پر اسلامی غلبہ کی اقدامی حکمت عملی تجویز فرماسکیں۔ یہ مضمون اسی سلسلہ کی ایک حقیر سی کوشش ہے۔

مغرب کو سمجھنا آج نہایت اہم اور ضروری ہے:

حقیقت یہ ہے کہ آج جتنا مغربی تہذیب کی بنیادوں کے بارے میں گہری سمجھ کی ضرورت ہے اس سے پہلے کبھی نہ تھی۔مغرب نے ایک شکستہ تہذیب کے طور پر اسلام پر اپنے مادی اور معنوی حملوں میں شدت پیدا کر لی ہے۔اسلام کے غلبہ کے عمومی ادعا اور خواہش کے باوجود آج ہم ایک ہمہ جہت اقدامی حکمت عملی بنانے سے بنیادی طور پر اس لئے قاصر ہیں کہ ہم مغرب کی بنیادوں کے بارے میں گہرا ادراک نہیں رکھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ آج امام غزالی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے مغربی تہذیب کے تہافۃ کی ضرورت ہے۔مگر مغربی تہذیب کے اندرونی تضادات کو اسی وقت عیاں کیا جاسکتا ہے جبکہ ہم اس کے بنیادی مقاصد کو سمجھتے ہوں۔زیرنظر مضمون مغربی تہذیب کے بنیادی مقاصد کو سمجھنے کی ایک کوشش ہے۔

انگریزی اصطلاحات کا مسئلہ اور اردو زبان:

اس سلسلہ میں ہم اس بات کی کوشش کریں گے کہ ان مقاصد کو جس حد تک ہوسکے سادہ اور سلیس انداز میں بیان کیا جائے۔اس کے باوجود یہ بات مدنظر رہنی چاہیے کہ تہذیبی مسائل کو ان کی بنیادوں کی سطح پر سمجھنا ایک پیچیدہ امر ہے اور اس کو سادہ انداز میں بیان کرنے کی اپنی ایک حد ہے۔مزید برآں اس بات کی کوشش بھی ہوگی کہ انگریزی زبان کے الفاظ کا استعمال فقط ناگزیر حالات ہی میں کیا جائے۔یہ ایک افسوس ناک امر ہے کہ اردو زبان میں انگریزی الفاظ کا استعمال تناسب اور موزونیت کی تمام حدود کو پار کرچکا ہے۔اس عمل کو روکنے کی ضرورت ہے۔لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ مغربی تہذیب کے مطالعہ میں انگریزی اصطلاحات اور الفاظ کا استعمال کسی نہ کسی حد تک ناگزیر ہے۔اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اردو زبان کے الفاظ ان اصطلاحی معنوں کو ادا کرنے سے قاصر رہتے ہیں جو انگریزی الفاظ سہولت سے اور فطری طور پر ادا کرتے ہیں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ انگریزی زبان کا مغربی تہذیب سے جو گہرا ربط ہے وہ الحمدللہ اردو زبان کا نہیں ہے [ہم اس سلسلہ میں علماء کی عظیم جدوجہد اور شعراء اسلام مثلاً اقبال کے مرہون منت ہیں] اس سلسلہ میں ہم درمیان کا راستہ تجویز کرتے ہیں۔درمیان کا راستہ یہ ہے کہ مضمون کے اندر انگریزی الفاظ کم از کم استعمال ہوں اور مضمون کے آخر میں استعمال شدہ اصطلاحات کی مختصر تشریح

کردی جائے امید ہے کہ اس طرح نہ صرف یہ کہ انگریزی الفاظ کے بے محابہ استعمال کی ثقافت سے درگزر ہو گا بلکہ اردو الفاظ کو انگریزی اصطلاحات کے مؤثر متبادل طریقہ پر بیان کرنے کے لیے بھی استعمال کیا جا سکے گا۔

کانٹ کون تھا؟ کانٹ کے فکر کا بنیادی مقدمہ

عمانیول کانٹ جرمنی کا مشہور زمانہ فلسفی گزرا ہے۔ کانٹ کی پیدائش ۱۷۲۴ء اور اس کا انتقال ۱۸۰۴ء میں ہوا۔ مغربی فکر پر جتنا گہرا اور دیرپا اثر کانٹ نے ڈالا ہے شاید ہی کسی اور شخص نے ڈالا ہو۔ مغربی فکر کو سمجھنے اور اس کی بنیادی گمراہی کو پہچاننے کے لئے کانٹ کے کام کو سمجھنا ناگزیر ہے۔ اس مضمون کا بنیادی مقصد کانٹ کی فکر کو سمجھنے کے لئے بنیادی مقدمہ تحریر کرنا ہے۔ اگر اللہ نے چاہا تو اس مقدمہ کی بنیاد پر کانٹ کے فکر کو سمجھنا ہمارے کارکنوں اور رہنماؤں کے لئے یکساں طور پر آسان ہو جائے گا۔

تمام علم انسان کے گرد گھومتا ہے!

کانٹ نے مذہب انسانیت کی بنیاد ڈالی:

کانٹ نے مغربی فکر میں جو انقلاب برپا کیا اس کو کوپرنیکی انقلاب کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ کانٹ کے انقلاب کو کوپرنکی انقلاب مشہور ماہر فلکیات نیکولائی کوپرنیکس [۱۴۷۳ء۔۱۵۴۳ء] کی نسبت سے کہا جاتا ہے۔ کوپرنیکس نے ۱۵۴۳ء میں اپنی مشہور زمانہ تصنیف ''سیاروں کی گردش'' [The revolution of celestial spheres] میں دنیا کا ایک نیا منظر پیش کیا۔ اس منظر کے مطابق اجسام سماوی [جیسا کہ ہمیں لگتا ہے] زمین کے گرد گردش نہیں کرتے ہیں بلکہ زمین اور دوسرے سیارے سورج کے اردگرد گردش کرتے ہیں [جبکہ ستارے ساکن رہتے ہیں] کانٹ نے اسی طرح کا انقلاب علمیات اور مابعد الطبعیات کے میدان میں برپا کرنے کی کوشش کی۔ اس نے دعویٰ کیا کہ اشیاء کے بارے میں ہمارا علم [جیسا کہ ہمیں لگتا ہے] اشیاء کے گرد نہیں گھومتا ہے بلکہ علم اشیاء کا محور خود انسان ہے۔ جس طرح کہ فلکیات کے میدان میں کوپرنیکس نے یہ انقلابی خیال پیش کیا کہ تمام سیارے حقیقت میں سورج کے گرد گھومتے ہیں اور صرف ظاہراً زمین کے گرد گھومتے نظر آتے ہیں کانٹ نے اس کے مقابل میں علمیات اور مابعد الطبعیات کے میدان میں یہ خیال پیش کیا کہ تمام علم حقیقت میں انسان کے گرد گھومتا ہے اور صرف ظاہراً اشیاء کے گرد گھومتا نظر آتا ہے۔ اسی مماثلت کی بنیاد پر کانٹ کے انقلاب کو کوپرنیکی انقلاب کہا جاتا ہے۔ فرق محض اتنا ہے کہ کوپرنیکس نے فلکیات میں تمام گردش کا محور سورج کو قرار دیا جبکہ کانٹ نے علمیات اور مابعد الطبعیات کے میدان میں تمام گردش کا محور خود انسان کو قرار دیا۔ اس کوپرنیکی انقلاب کے ذریعہ کانٹ نے ایک نئے مذہب کی داغ بیل ڈالی۔ اس مذہب کو ہم آج انسان پرستی کے نام سے یاد کرتے ہیں اور یہ مذہب مغربی تہذیب کا آج اساسی عقیدہ ہے۔ اس کوپرنیکی انقلاب کو اور انسان پرستی کے اس نئے مذہب کو سمجھنے کے لئے کانٹ کی مابعد الطبعیات پر تنقید کو سمجھنا ضروری ہے۔

کانٹ اور مابعد الطبعیات پر تنقید:

کانٹ کی مابعد الطبعیات پر تنقید اس کی کوپرنکی انقلاب کی واضح ترجمان ہے۔ اس تنقید کی تفہیم کانٹ کے کوپرنکی انقلاب کی تفہیم کے مترادف ہے۔ عموماً کانٹ کی مابعد الطبعیات پر تنقید کو اس کے تناظر سے کاٹ کر ایک فنی مسئلہ کی

حیثیت سے پیش کیا جاتا ہے۔ہم اس بات کی کوشش کریں گے کہ کانٹ کی مابعدالطبعیات پرتنقید کو اس کے حقیقی تناظر میں پیش کیا جائے۔یہ حقیقی تناظر کانٹ کا عقیدۂ انسان پرستی فراہم کرتا ہے۔ہم کانٹ کی مابعدالطبعیات پر تنقید کو اسی تناظر میں سمجھنے کی کوشش کریں گے۔

کانٹ اور ہیوم نے خدا، کائنات اور روح کا رد کیسے کیا؟

مابعدالطبعیات تحلیلی علوم اور تجرباتی علوم کے دائرے سے باہر:

مابعدالطبعیات ان حقائق سے بحث کرتی ہے جس کا ادراک انسانی حواس سے اور طبعیات عالم سے ماوراء ہے۔روایتی طور پر مابعدالطبعیات کا موضوع خدا، کائنات اور روح رہا ہے۔کانٹ سے پہلے بھی لوگوں نے مابعدالطبعیات پر تنقید کی ہے۔لیکن کانٹ کو جو چیز مابعدالطبعیات کے دوسرے ناقدین سے ممیز اور ممتاز کرتی ہے وہ اس کا وہ خاص نقطۂ نظر ہے جس کی بنیاد پر وہ مابعدالطبعیات کو اپنی تنقید کا نشانہ بناتا ہے۔

کانٹ سے پہلے ڈیوڈ ہیوم [۱۷۱۱ء-۱۷۷۶ء] نے بھی مابعدالطبعیات کو اپنی تنقید کا نشانہ بنایا تھا۔ہیوم ایک منکر خدا اور دہریہ شخص تھا۔اس نے مابعدالطبعیات کا رد اس لئے ضروری گردانا کہ اس کے خیال میں علوم کی دو اقسام ہیں۔تجرباتی علوم، اور تحلیلی علوم تجرباتی علوم مثلاً طبعیات، حیاتیات، عمرانیات وغیرہ کا انحصار انسانی تجربہ پر ہے۔اس کے برعکس تحلیلی علوم مثلاً ریاضی کا انحصار تجزیہ اور تحلیل پر ہے۔تجرباتی علوم کے برعکس تحلیلی علوم ہماری معلومات میں کوئی اضافہ نہیں کرتے۔اس تقسیم کی بنیاد پر ہیوم نے یہ سوال اٹھایا کہ مابعدالطبعیات کا علوم کی ان دو قسموں میں سے کس سے تعلق ہے؟ مابعدالطبعیات کو تجرباتی علوم میں شامل نہیں کیا جاسکتا کیونکہ وہ ان اشیاء سے بحث کرتی ہے جو کہ تجربہ سے ماوراہیں۔اسی طرح مابعدالطبعیات کو تحلیلی علوم میں بھی شامل نہیں کیا جاسکتا کیونکہ مابعدالطبعیات کا وظیفہ فقط تجزیہ اور تحلیل نہیں ہے۔ہیوم نے یہ دعویٰ کیا کہ جب علوم کی دونوں اقسام میں سے مابعدالطبعیات کسی قسم میں شامل نہیں ہے تو اس کو علم صحیحہ کی صفوں میں شامل نہیں کیا جاسکتا۔لہٰذا اس نے یہ دعویٰ کیا کہ مابعدالطبعیات از قسم ھفوات ہے۔کانٹ کا دعویٰ ہیوم کی طرح خالص علمیاتی بنیادوں پر قائم نہیں ہے [گوکہ بعد ازاں کانٹ نے اپنے دعویٰ کی علمیاتی توجیہہ کرنے کی کوشش کی]۔

مابعدالطبعیات انسانی خودمختاری کی محافظ نہیں: کانٹ

کانٹ نے مابعدالطبعیات کا رد اپنے عقیدۂ انسان پرستی کی بنیاد پر کیا۔اس نے دعویٰ کیا کہ مابعدالطبعیات انسانی خودمختاری کو پس پشت ڈال دیتی ہے۔مابعدالطبعیات کا مقصد انسانی خودمختاری کا تحفظ ہونا چاہیے، جبکہ روایتی مابعدالطبعیات [چاہے وہ مذہبی مابعدالطبعیات ہو یا غیر مذہبی مابعدالطبعیات] نہ صرف یہ کہ انسانی خودمختاری کا تحفظ نہیں کرتی بلکہ اس کی مکمل نفی کرتی ہے۔

انسان کو صرف اپنی اتباع کرنی چاہیے، کانٹ کا فلسفہ [Human worship]:

<u>پس کانٹ کے نزدیک مابعدالطبعیات کا سب سے بڑا جرم یہی ہے کہ وہ انسانی خودمختاری کا سودا کرتی ہے اور اس بنا پر کانٹ کے نزدیک مابعدالطبعیات کو رد کردینا چاہیے۔کانٹ کے نزدیک مابعدالطبعیات انسان کو خدا یا کائنات کے تابع کرتی ہے۔لیکن کانٹ کے نزدیک انسان کو اپنے سوا کسی کا تابع نہیں ہونا چاہیے۔انسان کو خود اپنی اتباع کرنی چاہیے کسی</u>

اور کی اتباع اس کے لئے جائز نہیں۔اسی چیز کا نام کانٹ نے خودمختاری رکھا ہے۔انسان خودمختار ہے۔انسان کسی حالت میں بھی اس اختیار سے کسی کے سامنے دستبردار نہ ہو یہ دستبرداری اس کی خودمختاری کے منافی ہے۔اس کو اس اختیار کو کسی حالت میں بھی کسی دوسرے کے سامنے تسلیم خم نہیں کرنا چاہیے۔اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ خدا ہے کہ نہیں ہے۔ کانٹ کے نزدیک اگر خدا کا وجود ثابت بھی ہو جائے تب بھی انسان کو خدا کے سامنے سرخم تسلیم نہیں کرنا چاہیے۔کانٹ کے نزدیک خودمختاری انسان کا جوہر ہے۔خودمختاری سے دستبرداری انسانیت سے دستبرداری ہے۔کانٹ اس چیز کی کوشش نہیں کرتا کہ اس بات کو ثابت کرے کہ انسان خودمختار ہے۔وہ اس قضیہ کو ایک بدیہی حقیقت کے طور پر قبول کرتا ہے اور اس کو ثابت کرنے کی کوشش نہیں کرتا اور اسی بنیاد پر اپنے نئے مذہب ''انسان پرستی'' کی عمارت تعمیر کرتا ہے۔

مابعد الطبعیات اور انسان کا فائدہ: کانٹ افادیت پرستی کا فلسفی

عموماً کانٹ کو افادی نقطۂ نظر کا مخالف تصور کیا جاتا ہے لیکن یہ خیال صرف محدود معنی میں ہی درست ہے۔ جہاں تک کانٹ کے نظریۂ اخلاق کا تعلق ہے وہ افادی [utilitarian] نہیں ہے لیکن یہ بات عمومی معنوں میں درست نہیں ہے۔کانٹ کی روایتی مابعد الطبعیات پر ایک تنقید یہ ہے کہ وہ انسان کے لئے ''بے سود'' ہے۔ کانٹ کے نزدیک کسی چیز کے حق یا ناحق ہونے کا حتمی معیار یہ ہے کہ وہ انسان کے لئے فائدہ مند ہے یا نہیں ہے۔کانٹ کے خیال میں ہماری توجہ اس پر مرکوز ہونی چاہیے کہ انسان کے لئے فائدہ مند کیا ہے۔روایتی مابعد الطبعیات کے لاطائل دلائل اور بحثوں میں انسان کے لئے کوئی فائدہ مضمر نہیں ہے۔جیسا کہ ہم دیکھیں گے کانٹ کی اس تنقید کے پیچھے فائدہ یا افادہ پرستی کا ایک خاص تصور کارفرما ہے۔

مذہبی اور فلسفیانہ مابعد الطبعیات کیوں بے کار ہے؟

کانٹ کے مطابق روایتی مابعد الطبعیات [مذہبی وفلسفیانہ] انسان کے لئے بے سود اس لئے ہے کہ وہ خدا اور کائنات اور دوسرے مابعد الطبعیاتی تصورات کو حقیقت تک رسائی کا پیش خیمہ سمجھتی ہے۔اس کے برعکس کانٹ یہ خیال پیش کرتا ہے کہ ''خدا'' اور ''کائنات''، ''روح'' وغیرہم اور دوسرے مابعد الطبعیاتی تصورات کو حقیقت تک رسائی کا پیش خیمہ نہیں سمجھنا چاہیے بلکہ انسانی ''خیال'' سمجھنا چاہیے۔ان انسانی ''خیالات'' کی قدر و قیمت اس بات سے متعین نہیں ہوتی کہ وہ حقیقت کے مطابق ہیں کہ نہیں بلکہ اس بات سے متعین ہوتی ہے کہ وہ انسان کے لئے فائدہ مند ہیں کہ نہیں۔ ''خدا'' یا ''کائنات'' اگر انسان کی خودمختاری کو ممکن بناتے ہیں تو فبہا ورنہ یہ خیالات لغویات سے برتر کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔اوپر جو کچھ کہا گیا ہے اس کو کانٹ کی مثال کے ذریعہ زیادہ بہتر طور پر سمجھا جا سکتا ہے۔[خدا اور کائنات انسان کی خودمختاری اور ارادہ انسانیت اور انسانیت پرستی کے راستے میں مزاحم ہوں تو اسے ترک کر دیا جائے یعنی مابعد الطبعیات کا افادی ہونا ضروری ہے اور افادہ سے مراد صرف مادی فائدہ ہے۔ساحل]

آسمانی جنت کے بجائے کانٹ زمینی جنت کا قائل ہے جو تخلیق کی جا سکے:

☆ کانٹ کہتا ہے کہ ''جنت'' [جیسا کہ مذہبی مابعد الطبعیات کہتی ہے] کوئی ایسا مقام نہیں ہے جو خدا نے حقیقت میں بنا کر انسان کے لئے رکھا ہو جس کو وہ اپنے نیک بندوں کو حشر نشر کے بعد نوازے گا۔کانٹ جنت کے اس تصور کو قطعاً رد کرتا ہے کیونکہ یہ تصور دنیا میں انسان کی خودمختاری کو ممکن بنانے کے لئے کوئی کردار ادا نہیں کرتا ہے۔اس کے برعکس کانٹ

کے مطابق ''جنت'' کا خیال انسان کے لئے سودمند ہوسکتا ہے اگر ہم اسے نظامِ الٰہی کا کل یا جزء سمجھنا چھوڑ دیں بلکہ انسانی عمل اور تخلیق کا ہدف قرار دیں۔ مقصد یہ ہے کہ جنت کوئی ماورائی حقیقت نہیں ہے بلکہ ایک ایسا خیال ہے جس کو انسان اسی دنیا میں عملی جامہ پہنا سکتا ہے۔ پس کانٹ کے نزدیک ایسی جنت جو کہ ایک برتر حقیقت کا حصہ ہے جس کے سامنے انسان کو اپنے ارادہ کو ختم کرنا پڑے لایعنی اور لغو چیز ہے جبکہ ایسی جنت جو انسان کے ارادہ کی آلۂ کار ہو اور انسانی ارادہ کی تکمیل کا ذریعہ ہو ہمارا ہدف اور مقصود ہونی چاہیے۔

تمام اقدار و خیرِ کُل وہ جو انسانی ارادہ کے تابع ہو: کانٹ

کانٹ کے نزدیک خیرِ کل وہ نہیں جو حقیقت کا آئینہ دار ہو بلکہ خیرِ کل وہ ہے جو انسان کے لئے اور اس کی خلاقیت کے لئے مہمیز فراہم کرے تاکہ انسان اس دنیا میں ایک ایسی جنت تعمیر کر سکے جس کے قیام کے نتیجہ میں انسانی ارادہ پر مسلط واقعیتی اور اقداری قیود سے آزادی حاصل کی جا سکے۔ غرض کانٹ مابعدالطبعیات اور اس کے ساتھ تمام اقدار کو انسانی ارادہ کے تابع کرنا اور اس کا آلۂ کار بنانا چاہتا ہے۔ اس لحاظ سے اس کا نقطۂ نظر افادی مفکرین کے نقطۂ نظر سے کچھ خاص مختلف نہیں ہے۔

کانٹ کا نظریہ افادیت لامحدود آزادی اور اختیار انسانی کا داعی ہے:

فرق صرف اتنا ہے کہ افادی مفکرین انسان کا مفاد اس کی لذت میں اضافہ کو قرار دیتے ہیں جبکہ کانٹ کے نزدیک انسان کا اصل مفاد لذت میں اضافہ نہیں بلکہ انسانی آزادی اور اختیار میں اضافہ ہے۔ لیکن انسانی آزادی اور اختیار میں لامحدود اضافہ کا ہدف جو عملی شکل اختیار کرتا ہے وہ سرمایہ داری اور فلاحی ریاست ہی ہے اور اس لحاظ سے افادی مفکرین اور کانٹ کا اختلاف محض نظری رہ جاتا ہے۔ جان اسٹورٹ مل نے ثابت کر دیا کہ کانٹ کے نظام اور افادی مفکرین کے نظام میں تطابق اور توافق ممکن ہے۔

کانٹ فلسفہ کا مقصد حقیقت تک رسائی کو نہیں سمجھتا:

کانٹ کہتا ہے کہ عقل کو انسان کے عملی منصوبوں کے زیرنگیں ہونا چاہیے۔ جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا کانٹ کے نزدیک انسان کا اصل مفاد لذت میں اضافہ نہیں ہے بلکہ اس کے اختیار اور تصرف میں اضافہ ہے۔ اسی بنیاد پر کانٹ یہ اعلان کرتا ہے کہ فلسفہ کا مقصد حقیقت تک رسائی نہیں ہے بلکہ انسان کے اٹل اور ناقابل تغیر حقوق کا تحفظ ہے۔ انسان کا سب سے بڑا حق یہ ہے کہ اس کے ارادہ پر سے تمام غیر ضروری واقعیتی اور ارادی قدغنیں ہٹا دی جائیں۔

کانٹ پہلا فلسفی جو فلسفہ کا مقصد مفادات انسانی کا تحفظ بتاتا ہے:

یونانیوں کے زمانے سے لے کر کانٹ تک مغربی فلسفہ کا مقصد حقیقت علیا کی تلاش اور جستجو رہی ہے لیکن کانٹ نے پہلی بار یہ اعلان کیا کہ فلسفہ کا مقصد سچائی کی تلاش نہیں ہے بلکہ انسانی مفادات کا تحفظ ہے۔ کانٹ نے مابعدالطبعیات کی طرح تمام فلسفہ کو انسان کا آلۂ کار بنا دیا۔ اس حقیقت کو پوری طرح سمجھنے کے لئے کانٹ کے نظریۂ اخلاق اور اس کے فلسفۂ سیاسی کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔

کانٹ کا اخلاقی اور سیاسی فلسفہ:

کانٹ کے دور سے ایک صدی قبل ہی مغربی فکر و فلسفہ مذہب سے دور ہوتا چلا جا رہا تھا۔ مگر جس چیز نے مذہب

سے عام بغاوت کو روکا ہوا تھا وہ لوگوں کا یہ خیال تھا کہ مذہب کا وجود اخلاقیات کے لئے ناگزیر ہے۔ مذہب کے بغیر اخلاقیات کی عمارت زمین بوس ہو جائے گی۔ کانٹ نے اس خیال کی مفصل تردید کر کے مذہب اور اخلاقیات کے درمیان آخری کڑی کو بھی کاٹ کر رکھ دیا۔ اس سلسلہ میں کانٹ نے اخلاقیات اور اس کے ساتھ ہی سیاسیات کی ایک نئی تشریح اور تعبیر دی۔ اس نئی تشریح و تعبیر کو سمجھنا مغربی تہذیب کو سمجھنے کے لئے انتہائی ضروری ہے۔

کانٹ سے پہلے یورپ کے دو اخلاقی مکتب فکر:

کانٹ سے پہلے یورپ میں اخلاقیات کے دو نقطۂ نظر حاوی تھے:

☆ پہلا نقطہ نظر مذہبی تھا جس کے مطابق اخلاقیات ارادۂ الٰہی کے سامنے سر خم تسلیم کرنے کا نام ہے۔ عملی طور پر عیسائیت کے نقطۂ اخلاق میں کئی مسائل تھے لیکن نظری طور پر وہ اس بات پر یکسو تھی کہ انسان کی زندگی کا مقصد ارادۂ الٰہی کا اتباع اور رضائے الٰہی کا حصول ہے۔

☆ دوسرا نقطۂ نظر قانون فطری کا نقطۂ نظر تھا۔ اس نظریہ کے مطابق اخلاق اور سیاسی اقدار کو فطری قوانین کے موافق ہونا چاہیے۔ جس طرح عالم طبیعات میں فطری قوانین کارفرما ہیں اسی طرح انسانی معاشرت اور اجتماعیت میں اخلاقی اور سیاسی قانون کارفرما ہیں۔ یہ سیاسی اور اخلاقی قانون اسی طرح فطری ہیں جس طرح کہ قانون طبیعات فطری ہیں۔ ان قوانین کو ہم قوانین طبیعی کی طرح عقل کے ذریعہ جان سکتے ہیں۔

عیسائیت اور یورپ کے دو اخلاقی مکاتب فکر

عیسائی مفکرین عموماً ان دو نقطہ ہائے نگاہ میں توافق اور تطابق پیدا کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ چونکہ قانون فطرت بھی اللہ تعالیٰ کی تخلیق ہے اسی لئے قانون فطرت کی پیروی ارادۂ الٰہی کی پیروی ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ قانون فطرت کا ادراک عام آدمی کے بس کی بات نہیں [صرف فلسفی اور مفکرین ہی یہ کام کر سکتے ہیں] جبکہ وحی الٰہی عام آدمی کے فہم کے مطابق بات کرتی ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ جوں جوں یورپ میں مذہب مخالف قوتوں کا زور بڑھتا گیا عیسائیت کے لئے یہ مشکل ہوتا گیا کہ وہ قانون فطرت اور وحی الٰہی میں توافق اور تطابق کے نظریہ کا تسلی بخش دفاع کر سکے۔

کانٹ اور عیسائیت کے نظریہ اخلاق کا تقابلی جائزہ

کانٹ ارادہ الٰہی کے بجائے ارادہ انسانی کا قائل ہے

کانٹ کا نظریہ اخلاق عیسائیت اور قانون فطرت کا ایک طرح سے ملغوبہ اور عیسائی نقطۂ نظر کی ایک مسخ شدہ تشریح و تعبیر ہے۔

☆ کانٹ عیسائیت سے اس بات پر اتفاق کرتا ہے کہ اخلاقیات کا منبع ایک ارادہ ہی ہو سکتا ہے لیکن وہ عیسائیت سے اس بات پر اختلاف کرتا ہے کہ وہ ارادہ، ارادۂ الٰہی ہے۔ کانٹ کے نزدیک جو ارادہ اخلاقیات [اور سیاسیات] کا منبع ہو سکتا ہے وہ ارادۂ انسانی ہے، ارادۂ الٰہی نہیں ہے۔ کانٹ نے اخلاقیات کو ارادۂ انسانی کی اتباع کے مترادف قرار دیا اور اعلان کیا کہ ارادۂ الٰہی یا اور کسی ارادہ کے سامنے سر خم کرنا ایک غیر اخلاقی امر ہے۔

ساحل جون ۲۰۰۷ء

فطری قوانین کا اتباع اور کانٹ کا اختلاف

☆ کانٹ قانون فطرت کے مویدین کے اس دعویٰ کا انکار کرتا ہے کہ اخلاقیات فطری قوانین کے اتباع کا نام ہے۔ کانٹ کے نزدیک یہ بھی ایک غیر اخلاقی بات ہے کیونکہ فطری قوانین کے اتباع کے نتیجہ میں انسان اپنے ارادہ کو ایک ایسی چیز کے تابع کرتا ہے جو اس کے اختیار سے باہر ہے۔ لیکن کانٹ قانون فطرت کے مؤیدین کے اس دعویٰ کی حمایت کرتا ہے کہ اخلاقی اور سیاسی اقدار کو انسانی عقل کے ذریعہ سمجھا جا سکتا ہے اور اس سلسلہ میں وحی کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ قانون فطرت کے مؤیدین عقل کے ذریعہ اخلاق کے بارے میں قانون فطرت دریافت کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں جبکہ کانٹ یہ کہتا ہے کہ عقل ہمیں یہ بتا سکتی ہے کہ ارادۂ انسانی کے کیا تقاضے ہیں۔

اخلاقیات کی بنیاد ارادہ انسانی ہے ارادہ الٰہی یا فطرت نہیں: کانٹ

روسو ارادۂ انسانی کو ہر عیب و نقص سے پاک تصور کرتا ہے:

کانٹ کے نزدیک اخلاقیات کی بنیاد ارادۂ انسانی ہے۔ ارادۂ الٰہی یا قانون فطرت اخلاقیات کا منبع نہیں ہے۔ اسی سلسلہ میں کانٹ پر فرانسیسی مفکر ژاک روسو [۱۷۱۲ء-۱۷۷۸ء] کا اثر ناقابل تردید ہے۔ روسو سے کانٹ نے دو اہم خیالات لئے:

☆ ایک خیال یہ ہے کہ خیر مطلق صرف انسانی ارادہ ہے۔ زمین و آسمان میں ہر چیز مشروط ہے۔ اگر کوئی چیز غیر مشروط ہے تو وہ انسان کا ارادہ ہے۔ کانٹ نے یہ خیال روسو سے اخذ کیا۔ روسو کے نزدیک انسانی قلب اور انسانی ارادہ ہر عیب اور نقص سے پاک ہے۔ جب انسانی ارادہ خیر مطلق قرار پایا تو انسان کی حقیقی قدر اس کے ارادہ کی اطلاقیت سے متعین ہوتی ہے۔ اس کے اعمال سے نہیں ہوتی ہے۔ یہ خیال کانٹ کے فلسفہ اخلاق اور اس کے سیاسی فلسفہ کا اہم نقطہ ہے۔ یہ خیال لبرل ازم کا بھی بنیادی عقیدہ ہے اور لبرل ازم پر کانٹ کے دیرپا اثر کا آئینہ دار ہے۔ انسان کی قدر اس سے متعین نہیں ہوتی کہ وہ کیا کرتا ہے، اس کا کیا مذہب ہے اس کا کیا ہدف ہے انسان کی قدر اس کے ارادۂ محض سے متعین ہوتی ہے۔ اور جب تک انسان اپنے ارادہ کو کسی غیر کے ارادہ کے تابع نہیں کرتا اس کی قدر پر کوئی حرف نہیں آتا۔

ارادہ عمومی: انسان صرف اپنے بنائے ہوئے قوانین کا تابعدار ہے

☆ دوسرا خیال جو کانٹ نے روسو سے لیا وہ ارادۂ عمومی کا ہے۔ روسو کے اس خیال کا مرکزی نقطہ یہ ہے کہ لوگوں پر صرف انھیں قوانین کی پیروی فرض ہے جو انھوں نے خود بنائے ہوں۔

سب سے ذلیل انسان وہ جو کسی اور کے سامنے سر جھکائے: کانٹ

اس خیال کی بنیاد پر کانٹ نے یہ قرار دیا کہ اخلاقیات اور سیاسیات میں انسان پر صرف اپنے بنائے ہوئے قوانین کی تابعداری فرض ہے۔ غیر کی تابعداری چاہے وہ غیر خدا کا ارادہ ہو یا قانون فطرت ہوں۔ کانٹ نے یہ قرار دیا کہ کسی بھی شخص کو اپنے آپ کو کسی اور ارادہ کے تابع کرنا سب سے بڑا شر ہے۔ پس انسان کا خدا کے ارادے کے سامنے سرنگوں ہونا شر قرار پایا کانٹ کے نزدیک انسان کی اس سے بڑی تذلیل کچھ نہیں ہو سکتی کہ وہ غیر

کے آگے سر جھکائے اور اس کی تابعداری کرے چاہے وہ غیر خدا ہی کیوں نہ ہو۔

عبادت واطاعت رب خودمختاری کی نفی ہے: کانٹ

کانٹ کے نزدیک انسان خودمختار ہے۔عبادت اور اطاعت رب اس خودمختاری کی نفی ہے۔ سیاسی تشکیل کا مقصد کانٹ کے نزدیک رب کی رضا کا حصول نہیں ہے بلکہ ایک ایسا نظام بنانا ہے جس کا مقصد انسانی خودمختاری کا تحفظ اور نمو ہو۔ کانٹ کا تصور خودمختاری لبرل ازم، سرمایہ داری اور جمہوریت کی شکل میں قائم مغربی سیاسی اور معاشرتی صف بندی کا سب سے دیرپا جواز اور دفاع فراہم کرتا ہے اور ان نظاموں کے خلاف جہاد کانٹ کے نظریۂ انسانی خود مختاری کے مفصل اور غیر مشروط رد کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

علمیات، اخلاقیات، سیاسیات اور کانٹ:

کانٹ کے نظریہ اخلاق اور اس کا سیاسی فلسفہ اس کے کوپرنکی انقلاب کی اصل حقیقت اور اس کی گہرائی اور گیرائی واضح کرتا ہے۔اپنی علمیات کی طرح اخلاقیات اور سیاست میں بھی کانٹ انسان کی مرکزیت کو ایک مسلمہ امر کی حیثیت سے قبول کرتا ہے۔علمیات کے میدان میں کانٹ کا دعویٰ یہ ہے کہ فہم انسانی تجربہ کا غلام نہیں ہے بلکہ تجربہ انسانی ذہن کی خلاقیت کے بغیر ناممکن ہے۔اسی طرح اخلاقیات میں کانٹ یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اخلاقی اقدار انسانی ارادہ سے باہر کی کوئی چیز نہیں ہیں بلکہ انسانی ارادہ تمام اقدار کا منبع ہے۔سیاسیات میں بھی سیاسی صف بندی اور سیاسی اقدار کا مقصد رضائے الٰہی کا حصول نہیں ہے بلکہ انسانی خودمختاری کا تحفظ، نمو اور بقا ہے۔

اصل مقصد مفادات انسانی کا تحفظ ہے: کانٹ
انسان کا اصل مفاد اس کی خودمختاری کا تحفظ ہے

غرض علمیات ہو، اخلاقیات ہو، سیاسیات ہو کانٹ کا کوپرنیکی انقلاب اس بات کا داعی ہے کہ اصل مقصد انسان کے مفاد کا تحفظ ہے۔اور انسان کا مفاد خودمختاری ہے۔انسان علمیات کے میدان میں بھی خودمختار ہے۔اخلاقیات کے میدان میں بھی خومختار ہے اور سیاسیات کے میدان میں خودمختار ہے۔تمام علوم، اخلاقیات اور سیاسیات کا مقصد وحید انسان کی خودمختاری کا تحفظ ہے یہ کانٹ کے مذہب انسان پرستی کا بنیادی عقیدہ اور اس کا جوہر ہے۔

کانٹ نے انسان پرستی کی مابعدالطبعیات پیش کی

کانٹ نے اسی عقیدہ کی بنیاد پر روایتی مابعدالطبعیات کا رد کیا۔لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کانٹ کی اپنی کوئی مابعدالطبعیات نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کانٹ نے روایتی مابعدالطبعیات کا رد ہی نہیں کیا بلکہ اس کے مقابل میں ایک نئی مابعدالطبعیات کھڑی کی جس کی بنیاد انسانی الوہیت اور انسان پرستی سے عبارت ہے۔کانٹ نے اس نئی مابعد الطبعیات کے حق میں کہیں بھی کوئی دلیل پیش نہیں کی ہے بلکہ ہر مابعدالطبعیات کی طرح کانٹ کی مابعدالطبعیات بھی ایمان کی بنیاد پر قائم ہے۔کانٹ نے روایتی مابعدالطبعیات کے ضمن میں یہ دھوکا دینے کی کوشش کی وہ کسی نئی مابعدالطبعیات کی بنیاد نہیں رکھ رہا ہے بلکہ فقط فہم عامہ، اخلاقیات اور سیاسیات کے تصورات کی سائنسی تشریح اور توضیح کر رہا ہے۔یہ دھوکا دہی کانٹ اور اس کے پیرووں کا ایک خاصہ ہے۔ہم نے اس مضمون میں جس طرح کانٹ کے نظریہ کی تشریح کی یہ وہ اس دھوکے کی پول

کھولنے کے لئے کافی ہے۔

کانٹ کے فلسفہ نے تین تحریکوں کو تقویت دی

کانٹ کے عقیدہ انسان پرستی اور اس کے نظریہ خودمختاری سے مغرب میں تین بڑی تحریکوں نے یا تو جنم لیا یا مزید گہرائی اور گیرائی حاصل کیا۔ یہ تین تحریکیں لبرل ازم، سرمایہ داری اور جمہوریت ہیں۔ اس مضمون کے بقیہ حصے میں ہم کوشش کریں کہ ان تینوں تحریکوں کا تعلق کانٹ کے عقیدہ انسان پرستی اور عقیدہ انسانی خودمختاری سے واضح کر دیا جائے۔

لبرل ازم، سرمایہ داری، جمہوریت اور کانٹ کا کوپرنیکی انقلاب:

لبرل ازم عقیدہ انسان پرستی کی اہم ترین روایت ہے جس کا کانٹ کے خیالات سے گہرا ربط ہے۔ لبرل ازم وہ حدود وضع کرتا ہے جس کی بنیاد پر انفرادی، اجتماعی اور سیاسی سطح پر جائز و ناجائز اعمال کو متعین کیا جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں دو تصورات نہایت اہم ہیں: [الف] تصور حقوق انسان، [ب] تصور دستور۔ ان دونوں تصورات کا مقصد انسان پرستی کے عقیدہ کا انفرادی و اجتماعی، ادارتی اور غیر ادارتی سطح پر توجیہہ و تحفظ ہے۔ ذیل میں ہم ان تصورات کا مختصر تعارف اور عقیدہ انسان پرستی سے ان کے تعلق کو واضح کریں گے۔

الف۔ حقوق انسانی اور عقیدہ انسان پرستی: خیر و شر کا پیمانہ

عقیدہ انسان پرستی جیسا کہ کئی بار عرض کیا گیا ہے، انسان کی خودمختاری کے نظریہ پر قائم ہے۔ نظریۂ حقوق انسانی، انسانی خودمختاری کے عقیدہ کے مضمرات کو اخلاقی اور قانونی ضوابط کی حیثیت سے مدون کرتا ہے۔ حقوق انسانی کی تمام شقیں انسانی خودمختاری کے نظریہ کی مختلف جہتوں کی تشریح، تعبیر اور توسیع کرتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ استعماری لبرل اور انسان پرست طاقتیں ان گروہوں کو جو انسانی خودمختاری کو چیلنج کرتے ہیں حقوق انسانی کی بنیاد پر ہی تشدد اور تعذیب کا نشانہ بناتی ہیں۔ حقوق انسانی وہ بنیادی اصول بیان کرتے ہیں جن کی بنیاد پر خیر و شر، حق و ناحق کے فیصلے کئے جاتے ہیں۔

ب۔ دستوریت کے نتیجے میں کسی اور اصول پر غلبہ کا امکان ختم ہو جاتا ہے:

دستور کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ جب ایک بار انسان پرستی کی بنیاد پر ایک معاشرہ اور ریاست وجود میں آجائے تو اس کے بعد اس کے غلبہ کو ختم کرنے اور کسی اور اصولوں کی بنیاد پر معاشرہ اور ریاست کو قائم کرنے کا ہر امکان ختم ہو جائے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ عقیدۂ انسان پرستی کے سچے مومن ہمیشہ ایک چھوٹی سی اقلیت ہوتی ہے۔ انسانوں کی اکثریت عقیدہ انسان پرستی کا ساتھ محض اپنے مادی مفادات اور لذات کے حصول کے لئے دیتی ہے۔ عام لوگوں کی عقیدہ انسان پرستی سے عقیدت محض آلاتی [Instrunmental] ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لبرل ازم اور عقیدہ انسان پرستی کو ہر وقت اور ہر جگہ چیلنج کرنا اور شکست دینا ممکن ہے۔ لبرل ازم اس چیز کا ادراک رکھتا ہے اور دستور اسی امکان کے سد باب کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ گو کہ لبرل ازم جمہوریت اور اکثریت کی حکمرانی کے نظریہ کا دم بھرتا ہے وہ دستور کے ذریعہ اس بات کا سد باب کرتا ہے کہ اکثریتی رائے عقیدۂ انسان پرستی کے دائرۂ کار سے باہر نہ نکل سکے۔ لبرل ازم یہ دعویٰ کرتا ہے کہ انسان خودمختار ہے لیکن انسان کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ اپنی خودمختاری کو رد کر سکے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اپنی خودمختاری کا انکار کرنے والے لبرل ازم کی نظر میں انسان ہی نہیں رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب اکثریتی رائے ایسے لوگوں کو منتخب کرتی ہے جو انسان کے خودمختار

کا انکار کرتے ہیں تو لبرل ازم اس جمہوری فیصلہ کو رد کرنے میں بالکل بھی جھجک محسوس نہیں کرتا۔ بعض لوگ اس پالیسی کو منافقانہ پالیسی کہتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ لبرل ازم کے بنیادی عقائد کے عین مطابق بات ہے۔ لبرل ازم کی اصل وفاداری عقیدہ انسان پرستی سے ہے جمہوریت سے نہیں ہے۔ جمہوریت لبرل ازم کے لئے صرف اس وقت تک قابل قبول ہے جب تک جمہوریت عقیدۂ انسان پرستی کے فروغ کا ذریعہ رہتی ہے۔

لبرل ازم عقیدہ انسان پرستی کا موثر ذریعہ:

الغرض لبرل ازم حقوق انسانی اور دستور کے تصورات کی بنیاد پر عقیدہ انسان پرستی کی حفاظت کا ایک اہم ذریعہ اور عقیدہ انسان پرستی کی سب سے موثر اور دیرپا تشریح ہے۔ سرمایہ داری کا بھی لبرل ازم کی طرح عقیدۂ انسان پرستی سے گہرا تعلق ہے۔ جیسا کہ ہم نے دیکھا کانٹ یہ دعویٰ کرتا ہے کہ علوم واخلاق، سیاست ومعاشرت کو انسانی مفاد کا آلۂ کار اور تابع ہونا چاہیے۔ کانٹ نے مزید یہ دعویٰ کیا کہ انسان کا مفاد اس کی خودمختاری اور آزادی ہے۔ خودمختاری کا مفہوم یہ ہے کہ انسان کے ارادہ پر خارج سے اس کے سوا کوئی حد نہیں لگائی جاسکتی ہے کہ وہ اس جیسے دوسرے انسان کے ارادہ کو محدود نہ کرے۔ یہ کانٹ کے عقیدہ انسان پرستی اور لبرل ازم کا بنیادی عقیدہ اور اساس ہے۔ لیکن یہ بھی ایک بدیہی بات ہے کہ انسان کے ارادہ پر خارج سے مندرجہ بالا حد کے سوا کوئی اور حد نہ بھی لگائی جائے تو بھی واقعیتی حدیں انسان کے ارادہ کو ہر وقت گھیرے ہوئے ہیں۔ میں جو چاہوں وہ نہیں کرسکتا کیونکہ کائنات میرے حکم کے تابع نہیں ہے میں جو چاہوں وہ نہیں کرسکتا کیونکہ میرے پاس وسائل کی کمی ہے وغیرہ۔ سرمایہ داری اسی مشکل کو حل کرنے کی کوشش ہے۔ معاشیات [جو سرمایہ داری کا بنیادی عقیدہ مدون کرتی ہے] اس بنیاد پر قائم ہے کہ کائنات میں وسائل محدود ہیں اور انسان کی خواہشات لامحدود ہیں۔ سرمایہ داری اس بات کی کوشش ہے کہ وسائل کی اس محدودیت کو لامحدودیت میں بدل دیا جائے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ ہر شخص وسائل اور سرمایہ کی بڑھوتری کی دوڑ میں شامل ہوجائے۔ بڑھوتری کا مقصد یہ ہے کہ مزید بڑھوتری ہو۔ اس طرح یہ ممکن ہوسکے گا کہ انسان وسائل کی محدودیت کی قید سے آزاد ہوسکے۔ اور اس دنیا میں ایک ایسی جنت قائم کرسکے جس میں وہ جو چاہے وہ حاصل کرسکے۔ غرض سرمایہ داری کا مقصد وسائل میں لامحدود اضافہ اور کائنات پر تصرف حاصل کرنا ہے تاکہ انسانی ارادہ پر واقعیتی سطح پر جو حدیں لاگو ہیں ان کو ختم کیا جاسکے۔

لبرل معاشروں کو غیر جانبدار معاشروں کے طور پر پیش کرنے کا دھوکہ

سرمایہ داری کا دوسرا اہم وظیفہ یہ ہے کہ عقیدۂ انسان پرستی کی بنیاد پر قائم معاشرے خاص طور پر لبرل معاشروں اور ریاستوں کو غیر جانبدار معاشروں اور ریاستوں کی حیثیت سے پیش کیا جاسکے۔ جیسا کہ عرض کیا گیا انسان پرست اور لبرل افراد ہر معاشرے میں ایک اقلیت ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کے لئے یہ بہت اہم ہوتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو غیر جانبدار اور ہر ایک کا خیرخواہ کے طور پر پیش کریں۔ سرمایہ داری یہ موقع فراہم کرتی ہے کہ وہ لوگوں کو اس دھوکے میں مبتلا کرسکیں اور مبتلا رکھ سکیں اس سلسلہ میں لبرل حضرات یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ چونکہ ہر فرد چاہے اس کا کوئی بھی عقیدہ اور نظریہ حیات ہو اپنے اہداف کے حصول کے لئے وسائل کا محتاج ہے اس لئے ہر شخص لبرل اور سرمایہ دارانہ ریاست کا اپنے عقیدہ کو اور اپنے اہداف کو چھوڑے اور چھیڑے بغیر حامی اور وفادار رہ سکتا ہے۔ چونکہ لبرل ریاست ہر ایک کے مفاد میں ہے اس لئے وہ ایک

غیر جانداررریاست ہے۔سرمایہ داری وہ آلہ ہےجس کے ذریعہ لبرل ریاست غیر جانبداری کے اس دھوکے کو قائم کرتی ہے اور قائم رکھتی ہے۔

جمہوریت انسان پرستی اور لبرل ازم میں کیا تعلق ہے؟

جمہوریت انسانیت پرست معاشرے کو جنم دیتی ہے

جمہوریت کا بھی انسان پرستی سے گہرا تعلق ہے لیکن اس تعلق کی نوعیت وہ نہیں ہے جو لبرل ازم اور انسان پرستی یا سرمایہ داری اور انسان پرستی ہے۔قدیم یونان میں جمہوریت موجود تھی لیکن قدیم یونانی انسان پرست نہیں تھے ان کی گمراہی کی نوعیت کچھ اور تھی۔جمہوریت کی جو شکل عقیدۂ انسان پرستی سے خاص میل رکھتی ہے وہ دستوری جمہوریت ہے۔عقیدۂ انسان پرستی کی بنیاد خود مختاری ہے اور جمہوریت وہ نظام فراہم کرتی ہے جس کی بنیاد پر یکساں طور پر خود مختار افراد اپنے اداروں کو سیاسی اور اداراتی سطح پر جوڑ سکتے ہیں۔لیکن ان لوگوں کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ انسانی خود مختاری کے سوا کچھ چاہ سکیں۔جمہوریت کا سب سے اہم وظیفہ یہ ہے کہ جوں جوں معاشرے جمہوری ہوجاتے ہیں اور جوں جوں لوگ جمہوری سیاست میں ملوث ہوتے جاتے ہیں ان کے لئے یہ آسان ہوتا چلا جاتا ہے کہ وہ انسان پرستی کے لئے تر نوالا بنتے چلے جائیں۔جمہوری سیاست حقوق کی سیاست کی بنیاد پر قائم ہے اور جوں جوں لوگ جمہوری سیاست کے عادی ہوتے چلے جاتے ہیں وہ مفاد پرست بنتے چلے جاتے ہیں۔مفاد پرستی انھیں انسان پرست مقتدرہ کے لئے نوالۂ تر بناتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ تمام ترقی یافتہ انسان پرست معاشرے لبرل معاشرے جمہوری معاشرے ہیں۔جمہوری سیاست آخرکار انسان پرست فرد اور انسان پرست معاشرے کو جنم دیتی ہے۔

لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ جمہوریت کے ذریعہ انسان پرست فرد اور معاشرہ کی تشکیل اس بات کی متقاضی ہے کہ جمہوری عمل ایک لمبے عرصے تک چلتا ہے اور بار بار دہرایا جائے۔نوزائیدہ جمہوری ریاستوں میں یہ ممکن ہوتا ہے کہ اکثریت ایسی رائے دے کہ جو عقیدہ انسان پرستی سے لگا نہ کھاتی ہو یہی وجہ ہے کہ جمہوری عمل پر دستوری قدغنیں لگائی جاتی ہیں لیکن جیسے جیسے جمہوری عمل راسخ ہوتا جاتا ہے ویسے ویسے اس کا امکان کم ہوتا چلا جاتا ہے کہ اکثریت ایسی رائے دے جو عقیدہ انسان پرستی کے خلاف ہو۔

یہی وجہ ہے کہ انسان پرست لبرل اور سرمایہ دارانہ تہذیب گو کہ بالآخر جمہوریت ہی کو ترجیح دیتی ہے وہ نوزائیدہ جمہوریتوں کے بارے میں ہمیشہ گومگو میں رہتی ہے۔اسی لئے اگر یہ خطرہ ہوتا ہے کہ جمہوریت کے ذریعہ اکثریت ایسے فیصلے کرے گی جو لبرل انسان پرست سرمایہ داری کے مفادات کے منافی ہو سکے تو لبرل سرمایہ دارانہ انسان پرستی آمریت کی حمایت سے گریز نہیں کرتی ہے۔بلکہ نوزائیدہ لبرل سرمایہ داری کے لئے عموماً آمریت کو ہی ترجیح دی جاتی ہے۔کانٹ اس کو منور آمریت [Lightend dictatorship] کا نام دیتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ کانٹ فریڈرک دوئم کا بہت بڑا حامی تھا۔

مذہب اور کانٹ کا کوپرنیکی انقلاب:

اس مضمون کے آخری حصہ میں ہم کانٹ کے انقلاب کا تعلق مذہب سے واضح کرنے کی کوشش کریں گے۔اس تعلق کو واضح کرنا کئی جہتوں سے اہم اور ضروری ہے۔دوسرے تنویری مغربی مفکرین کے برعکس کانٹ مذہب

کا انکار نہیں کرتا ہے۔اسی طرح کانٹ کی فکر پر قائم لبرل فکر بھی مذہبی آزادی کی قائل ہے اور یہ دعویٰ کرتی ہے کہ وہ تمام مذاہب اور نظریات کے مابین غیر جانبدار ہے۔یہی وجہ ہے کہ کئی اسلامی مفکرین اور اسلامی تحریکات کانٹ اور لبرل ازم کے بارے میں غلط فہمیوں کا شکار ہوتے ہیں۔لہٰذا یہ بات نہایت اہم کہ اس سلسلہ میں حقیقت حال کو مختصراً واضح کیا جائے۔کانٹ کا [اور لبرل ازم کا] بنیادی نظریہ یہ ہے کہ اصل مسئلہ یہ نہیں ہے کہ آیا خدا ہے یا نہیں ہے، مذہب صحیح ہے یا غلط ہے۔اصل مسئلہ یہ ہے کہ خدا کا تصور یا مذہب انسان کے ''فائدے'' میں ہے کہ نہیں۔مزید براں جیسا کہ بار بار عرض کیا گیا انسان کے فائدے سے مراد انسان کی خودمختاری ہے۔سو جو مذاہب انسان کی خودمختاری کو فروغ دیتے ہیں یا کم از کم اس کے عمل میں رکاوٹ نہیں بنتے یا خودمختاری کے عمل کے لئے خطرہ نہیں بنتے وہ تو فبہا لیکن جو مذہب خودمختاری کو قبول نہیں کرتے وہ قابل قبول نہیں ہیں۔خاص طور پر ایسی تحریکات جو خودمختاریٔ انسان کی بنیاد پر قائم نظام کے لئے خطرہ بنتے ہیں وہ نہ صرف نا قابل قبول ہیں بلکہ ان کو تہس نہس کرنے میں ذرا بھر تامل نہیں کرنا چاہیے۔

خاتمۂ بحث:

اس مضمون میں کانٹ کے افکار کا بنیادی تعارف اور تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔اس مضمون کے درمیان کئی ایک نکات صرف مختصر انداز میں مذکور ہوئے ہیں۔اگر موقع ملا تو انشاءاللہ مستقبل میں ان موضوعات پر تفصیلی بحث کی جائے گی۔

حوالہ جات

[1]Immanuel Kant, Immanuel Kants Gesammelte Schriflen, Vol I-XXIX, ed. preukisclen Akademie der Wissenschaflen. Berlin: de Gruyter, 1902.
[2]Frederick C. Beiser, Enlightenment, Revolution and Romanticism. The genessis of modern German thought [Harvard University press, 1992].

اصطلاحات کے انگریزی مترادفات

[۱]خودمختاری[autonomy]: یہ خیال کہ انسان کو اپنے ارادہ کو متعین کرنے کا حق حاصل ہے اور کسی اور کو اس کا حق نہیں ہے کہ اس کے ارادے کو متعین کرے۔[۲]مابعدالطبعیات[Metaphysics]۔[۳]آلاتی[Instrumental]: کوئی بھی چیز جس کی اپنی ذاتی قدر نہ ہو بلکہ دوسری چیزوں کے حصول کا ذریعہ [instrument] ہو۔[۴]افادیت[utilitarianism]۔[۵]خیال[idea]۔[۶]تصور[concept]

[۷]کمیابی[scarcity]۔[۸]معاشیات[economics]۔ [۹] لبرل ازم[liberalism]۔[۱۰]سرمایہ داری[Capitalism]۔[۱۱]بڑھوتری برائے بڑھوتری[accumulation for the sake of accumulation]۔[۱۲]جمہوریت[Democracy]۔[۱۳]کوپرنیکی انقلاب[Copernican Revolution]۔[۱۴]اخلاقیات[Morality][اس کا بہتر اردو ترجمہ درکار ہے]۔[۱۵]انسان پرستی[Humanism]۔[۱۶]انسان کی مرکزیت[Anthropocentrism]۔[۱۷]حق[Right]۔[۱۸]خیر[good]۔[۱۹]شر[evil]